اسلام اور انسانیت کی بقاء

سعید احمد...... اکبرآبادی

۳- اختلاف رنگ ونسل وقومیت ووطنیت

وحدت ومساواتِ انسانی سے متعلق اسلام کی تعلیمات اور اس کی تاریخ اس درجہ روشن اور معلوم عوام وخواص ہیں کہ یہاں اس پر تفصیل سے گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مستشرقین اور دوست دشمن سب کو اس کا اعتراف ہے کہ محمد رسول اللہؐ کا یہ کارنامہ نہایت حیرت انگیز اور بے مثال ہے کہ کل دس برس کی مدت میں عربوں میں جو خاندانی قبائلی اور رنگ ونسل کے شدید امتیازات تھے انہیں محو کرکے پورے جزیرۃ العرب کو ایک قوم اور ملتِ واحدہ بنا دیا اور محمود وایاز کو ایک ہی صف میں دوش بدوش اس طرح لا کھڑا کیا کہ آقا و مولا کا امتیاز ناممکن ہو گیا، مشہور واقعہ ہے کہ بلال حبشی تھے اور غلام، مگر جب انھوں نے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو بڑے بڑے سرداران قریش ان کو اپنا داماد بنانے کی پیش کش کر رہے تھے۔ زینبؓ بنت جحش قریش کی نہایت معزز خاتون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں لیکن خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء پر ان کا نکاح زیدؓ بن حارثہ سے ہوا تھا جو آزاد کردہ غلام تھے۔ پھر انہی زیدؓ کے بیٹے اسامہ تھے جنہوں نے نوعمر اور غلام زادہ ہونے کے باوصف ایک ایسے عظیم الشان لشکر کی قیادت کی تھی جس میں نامور مہاجرین و انصار سب شریک تھے، سالم بن حذیفہؓ ایک غلام تھے، لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر سالمؓ زندہ ہوتے تو میں

ان کو خلیفہ بناتا۔

یہ دنیا کا نہایت حیرت انگیز انقلاب درحقیقت نتیجہ تھا ان تعلیماتِ ربانی وحقانی کا جو قرآن اور سنت کے سرچشمۂ قدسی سے پھوٹی اور سننے والوں کے قلب وجگر کی گہرائیوں میں اترتی چلی گئیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (الحجرات)	اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تم کو ذاتوں اور برادریوں میں اسلئے بانٹ دیا کہ تمہاری شناخت ہو سکے، اور اللہ کے نزدیک تم

میں سب سے معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے، بلاشبہ اللہ علیم وخبیر ہے

ایک اور آیت میں ارشاد ہوا:۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً (النساء)	اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے اور اسی نفس سے اس کا جوڑا پیدا کیا ہے اور پھر اس جوڑے یعنی آدم وحوا سے

بکثرت مرد پیدا کئے ہیں اور عورتیں پیدا کی ہیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کی تشریح وتوضیح اس طرح کی کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے جس اسلامی منشور MENIFESTO OF ISLAM کا اعلان عام کیا اس میں دوسری نہایت اہم باتوں کے ساتھ یہ بھی فرمایا۔

ایھا الناس الا ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا	اے لوگو! خوب اچھی طرح سن لو کہ بے شبہ تمہارا پروردگار ایک ہے اور تمہارا باپ

نفضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی :-

ایک ہے یا د رکھو کہ کسی عرب کو غیر عرب پر اور کسی غیر عرب کو عرب پر کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت اور برتری نہیں ہے مگر ہاں پرہیزگاری سے

(سیرت النبی شبلی ج ا حصہ دوم ص ۱۵۷)

یہ وہ اعلان عام تھا جس نے دفعتہً ویران کدۂ عالم کو چمن زار ہستی میں تبدیل کر دیا۔

۴۔ سرمایہ داری اور طبقاتیت

سرمایہ داری (CAPITALISM) دنیا کی وہ سب سے بڑی لعنت ہے جو انسانی معاشرہ میں فساد پیدا کرتی ہے۔ طبقۂ متوسط و ادنیٰ کے اقتصادی جسم کا خون جونک کی طرح چوس کر جسم کو نحیف و زار کر دیتی ہے جس سے طبقائیت یعنی گروہ بندی کا نشو و نما ہوتا ہے۔ اسلام دولتمندی کا ہرگز مخالف نہیں اور دولت کو خیر کہتا ہے۔ " وانہ لحب الخیر لشدید۔ لیکن سرمایہ داری کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے اور کسب زر و صرف زر کے لئے ایسے ضوابط و قوانین مقرر کرتا ہے کہ ایک شخص دولتمند تو ہو سکتا ہے اور ہونا چاہیئے لیکن سرمایہ دار نہیں ہو سکتا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سرمایہ داری کے عناصر ترکیبی تین چیزیں ہیں :- (۱) حب و طمع زر (۲) جمع و ادخار زر (CONCENTRATION OF WEALTH (۳) استحصال اور معاشی لوٹ ECONOMIC EXPLOITATION

اب آیئے ملاحظہ کیجئے اسلام نے کس طرح ان تینوں میں سے ہر ایک پر ضرب کاری لگائی ہے (۱) اسلام کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ قرآن و حدیث میں اولاً اور ان کی وجہ سے پورے اسلامی لٹریچر میں کس کثرت سے حب اور حرص و طمع زر کی مذمت کی گئی ہے قرآن میں ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ وَّاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ وَّاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (العادیات)

بیشک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے اور وہ خود اس کا گواہ بھی ہے، اور وہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے۔

جمع دادخار زر

اسلام میں دولت ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے نہ کہ مقصود بالذات اور اس لئے وہ دل لگانے ہمیشہ سینت کر رکھنے اور جمع کرنے کی چیز ہرگز نہیں ہے: ملاحظہ کیجئے، قرآن بنیا پن اور مہاجنی ذہنیت کی شدید مذمت کس بلاغت سے کرتا ہے، ارشاد ہے :-

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ الَّذِي جَمَعَ مَالًا	سخت ہلاکت ہے ان عیب چینوں اور مذاق
وَّعَدَّدَهُ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ	اڑانے والوں کے لئے جو روپیہ پیسہ سینت
كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ	سینت کے رکھتے ہیں اور اس کا شمار کرتے

ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی دولت ان کو حیاتِ جاوید دے گی، خوب یاد رہے یہ سب لوگ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔

جو لوگ اپنی دولت پر گھمنڈ کرتے ہیں، قرآن ان کو کس درجہ سخت تنبیہ کرتا ہے ارشاد ہے:-

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ تم لوگوں کو دولت کی بہتات نے بے راہ کر دیا ہے، اچھا یہ اس وقت تک کی بات ہے جب تم قبروں کی زیارت کرو گے۔

اس کے بعد جو آیات ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ جب قیامت آئے گی تو تمہیں خوب اچھی طرح پتہ چل جائے گا کہ جس دولت کی بہتات پر تم اترا رہے تھے اس کی حقیقت کیا تھی، اور پھر اس روز تم سے پوچھا جائیگا کہ اب بتاؤ تمہارا وہ سامان عیش و عشرت کہاں گیا۔

ایک اور آیت میں وعید اس سے بھی زیادہ سخت ہے، اس میں فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ سونا اور چاندی جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں اور اس میں اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا نہیں کرتے قیامت کے دن اسی سونے اور چاندی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں کو داغا جائے گا۔

ایک طرف دولت کے جمع کرنے پر یہ قدغن اور دوسری طرف ایک شخص کی دولت

میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور خلق اللہ کے حقوق ایسے اور اتنے مقرر کر دیے ہیں کہ کوئی شخص خواہ کتنی ہی بڑی آمدنی کا مالک ہو بہرحال سرمایہ دار نہیں ہو سکتا، زکوٰۃ کے علاوہ جو صاحب نصاب پر نماز کی طرح فرض اور اساس سے دوسرے نمبر پر ہے اور جس میں دولت کا ڈھائی فیصد حصہ ہر سال دینا پڑتا ہے اور بھی متعدد مصارف خیر ہیں جن میں ایک دولتمند کو اپنی دولت صرف کرنی چاہیئے۔ قرآن مجید میں ان مصارف خیر کو صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے، انفاق فی سبیل اللہ کا دائرہ اس درجہ وسیع ہے کہ اس کی کوئی حد و نہایت ہی نہیں ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام محتاجوں اور ضرورتمندوں کو شامل کر لیا ہے، ارشاد ہوا۔

وَفِیٓ اَمْوَالِکُمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۔　　اور لوگو! تمہاری دولت میں تمام ضرورتمندوں اور نادار لوگوں کا مقرر حق ہے

یہ آیت قرآن مجید میں دو جگہ آئی ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ ایک مقام پر ہُم ضمیر غائب کے ساتھ ہے اور دوسری جگہ کُمْ ضمیر خطاب کے ساتھ! بہرحال مطلب یہ ہوا کہ ایک انسان کی دولت جتنی جتنی بڑھتی جاتی ہے حقوق عباد اللہ بھی اسی تناسب بڑھتے جاتے ہیں، چنانچہ یہ آیت اور اس کے ساتھ دوسری آیت:- یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ یعنی اے محمد! لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں، آپ جواب دے دیجئے کہ جو کچھ تمہاری ضرورت سے زائد ہو وہ سب خرچ کر دو، انہیں دونوں آیتوں کی اساس پر حضرت عثمانؓ کے آخری دور خلافت میں افراط زر اور دولت کی بہتات کے باعث شام میں دولتمندوں نے تزک و احتشام سے رہنا شروع کر دیا تھا حضرت ابوذر غفاری نے اعلان عام کر دیا تھا کہ فقراء و مساکین جبراً ان دولتمندوں کی دولت سے اپنا حصہ وصول کر سکتے ہیں، حضرت ابوذر غفاری کی اس تحریک سے شام میں ہل چل مچ گئی تو امیر معاویہؓ نے جو شام کے گورنر تھے خلیفہ سوئم کو لکھا۔ انھوں نے

ابوذر غفاری کو مدینہ بلالیا اور وہاں سے خود ان کی خواہش پرانہیں مکہ اور مدینہ کے درمیان ربذہ نامی ایک گاؤں میں منتقل کر دیا:۔

اسلام میں زکوٰۃ اور دوسرے مصارف خیر کا جو حکم ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ دولت کو سوسائٹی میں دائروسائر (CIRCULATE) رہنا چاہئے تاکہ الکنانہ یعنی CONCENTRATION OF WEALTH نہ ہو۔ قرآن مجید میں اس کی صراحت بھی ہے۔ فرمایا گیا:۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ (الحشر)	بستیوں کے لوگوں کی طرف سے جو کچھ رسول کو ملے اس میں اللہ، رسول، اعزا و اقرباء یتیم، مساکین اور مسافر ان سب کا حق ہے تاکہ یہ دولت کہیں دولتمندوں میں ہی دائرد سائرہوکر نہ رہ جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو اس وقت آپ نے زکوٰۃ وصدقات کی وصولی سے متعلق جو ہدایات دی ہیں ان میں فرمایا تھا۔

توخذ من اغنیاءھم وترد علی فقرائھم (صحیح بخاری)	زکوٰۃ ان لوگوں میں جو دولتمند ہیں ان سے وصول کی جائے اور اس کو ان کے فقیروں کی طرف لوٹا دیا جائے۔

دولت جب اس طرح سوسائٹی میں گردش کرتی رہے گی تو اس سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی بتا دیا ہے، ارشاد ہوتا ہے:۔

اِنَّ الْمُکْثِرِیْنَ هُمُ الْمُقِلُّوْنَ۔ (بخاری کتاب الرقاق)	جو کثیر المال ہوں گے وہی قلیل المال ہوں گے۔

یعنی سوسائٹی میں لوگ کثیر المال بھی ہوں گے اور قلیل المال بھی ـــ اور یہ فرق

بالکل طبعی اور فطری ہے جو کبھی نہیں مٹ سکتا۔ لیکن یہ فرق طبقاتیت پیدا نہیں کرے گا، کیونکہ تعاون باہمی کے اصول پر سب مل جل کر رہیں گے اور ایک دوسرے کے کام آئیں گے، صحابہؓ کرام میں بڑے بڑے دولتمند بزرگ بھی تھے۔ مگر ان کی دولتمندی سے سرمایہ داری اور اس کے ہلاکت خیز عواقب ونتائج پیدا نہیں ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو لفظوں میں کمال بلاغت سے اقتصادی طور پر اسلامی سماج کا جو نقشہ کھینچا ہے ایک عربی شاعر نے اس کو اس طرح بیان کیا ہے:۔

وعلی مکثریھم حق من یعتریھم		وفی المقلین السماحۃ والبذل

ترجمہ:۔ ان لوگوں میں جو کثیر المال ہیں ان پر ان لوگوں کا حق ہے جو ان کے پاس آتے ہیں، اور ان میں جو لوگ قلیل المال ہیں ان میں عالی ہمتی اور سخاوت پائی جاتی ہے:۔

ہمارے ملک میں اس تنظیم کی ایک اچھی مثال بوہرہ جماعت ہے لیکن یہ جماعت صرف اپنے لئے جیتی ہے، اس کے برخلاف مسلمان ساری دنیا کے لئے جیتے ہیں، اگر ان میں بحیثیت ایک امت کے یہ تنظیم پیدا ہو جائے تو کیا وہ دنیا سے غربت کا خاتمہ نہیں کر سکتے۔

۳۔ استحصال مالی (ECONOMIC EXPLOITATION)

اب رہا سرمایہ داری کا تیسرا عنصر ترکیبی یعنی استحصال مالی! اس کا سب سے بڑا اور اہم ذریعہ سود ہے، عرب میں یہود کی سرمایہ داری اسی پر مبنی تھی۔ اسلام نے اسی کو حرام محض قرار دیا ہے۔ اور یہاں تک اس میں شدت برتی گئی ہے کہ صاف فرمایا گیا: جو لوگ سود کا لین دین اور کاروبار کرتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ یہ لوگ اللہ اور رسول سے جنگ کر رہے ہیں، قرآن مجید میں یہود کے جن اعمال و افعالِ ذمیمہ و قبیحہ کا بار بار ذکر ہے ان میں ان کی سودخواری خاص طور پر نمایاں ہے، سود خواری کی معلوم و معروف شکل کے علاوہ لین دین کی اور بھی بہت سی شکلیں ہیں جن کو حدیث میں ربوٰا فرما کر نا جائز قرار

دے دیا گیا ہے، حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب بلوغ المرام میں کتاب البیوع کے تحت ان سب کو جمع کر دیا ہے، ان احادیث کو بیک نظر دیکھنے سے یہ نتیجہ صاف طور پر نکلتا ہے کہ اسلام میں لین دین کی ہر وہ شکل ناجائز ہے جس میں دھوکہ (CHEATING) یا استحصال (EXPLOITATION) یا عدم (UNCERTAINTY) پائی جائے، اسی بنا پر اسلام میں ذخیرہ اندوزی (HOARDING) اسمگلنگ، بلیک مارکیٹنگ، قمار (GAMBLING) نا شہ بازی (SPECULATING) نیلام (AUCTIONEERING) وغیرہ سب حرام ہیں، اور ان کے مرتکب لوگوں کے لئے سخت وعیدیں عذاب آخرت کی ہیں۔"

اب تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ دنیا کے موجودہ بین الاقوامی نزاعات و اختلافات کے اسباب و علل جن سے خود انسان اور انسانیت کا حفظ و بقاء خطرہ میں پڑ گیا ہے ان کے متعلق اسلام کے احکام اور تعلیمات کیا ہیں، اب آیئے ذرا یہ بھی دیکھیں کہ ایک اعلیٰ قسم کا پُرامن و عافیت اور نہایت مہذب و شائستہ انسانی اور بین الاقوامی معاشرہ قائم کرنے کی غرض سے اسلام کن اخلاق فاضلہ کی تعلیم دیتا ہے؟ اسلام میں اخلاق کی اہمیت اس درجہ ہے کہ ایک حدیث میں ہے "اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الاَخلَاقِ" محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میری بعثت ہی اس لئے ہوئی ہے کہ میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کر دوں، اخلاق پر بے شمار ضخیم ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں، یہاں ہم صرف قرآن سے مختصراً چند اخلاقی احکام نقل کرتے ہیں جن کا تعلق اجتماعی اور تمدنی زندگی سے ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہوا۔

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا	اے ایمان والو دیکھو! کوئی ایک قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے، ممکن ہے تم جس کا مذاق اڑا رہے ہو وہ تم سے بہتر ہو اور

مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ○ (الحجرات)

اسی طرح عورتیں عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں ممکن ہے جن کا مذاق اڑایا گیا ہے وہ مذاق اڑانیوالیوں سے بہتر ہوں، اور ہاں! آپس میں ایک دوسرے کو طعن وتشنیع نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کا نام دھرو ایمان لانے کے بعد یہ بدتہذیبی بہت بری ہے، اور جو لوگ ان چیزوں سے توبہ نہیں کرتے بس ظالم وہی ہیں، اے ایمان والو! لوگوں کی نسبت زیادہ بدگمانی سے بچتے رہو، کیونکہ بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ٹٹول میں نہ رہا کرو، اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں سے کسی کو یہ پسند ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے جس سے تم نفرت کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے

ہر شخص جانتا ہے کہ غلط افواہوں اور بے بنیاد باتوں کے اڑجانے کو لڑائی جھگڑا اور فتنہ وفساد کے برپا کرنے میں کتنا دخل ہوتا ہے، قرآن کس طرح اسے نظر انداز کرسکتا تھا۔ ارشاد ہوا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ○ (الحجرات)

اے ایمان والو! اگر کوئی غیر ذمہ دار شخص تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی خوب چھان بین کرلو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنی نادانی میں تم کسی قوم سے مڈبھیڑ کر بیٹھو اور پھر تم اپنے کیے پر پشیمان ہو۔!

اخلاقیات میں عدل وانصاف کی کیا اہمیت ہے، ہر ایک کو معلوم ہے۔ آج دنیا کی سب سے بڑی بدنصیبی یہی ہے کہ کہنے کو ہر فرد بشر اور ہر قوم عدل وانصاف کا دعویٰ کرتی ہے۔ لیکن یہی ایک وہ جنس گرانمایہ ہے جو آج انسانی معاملات ومعاشرت کے بازار میں

سب سے زیادہ ارزاں اور بےمایہ ہے۔ آیئے ملاحظہ کیجئے کہ اسلام اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ قرآن میں پہلے سادہ طریقہ پر ارشاد ہوا۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ   اللہ عدل اور احسان کرنے کا حکم فرماتا ہے

اس ایک عام حکم کے علاوہ عدل کرنے میں جو چیز مانع ہوتی ہے وہ دوسروں کی خواہشات کی رعایت ہوتی ہے یا کوئی اپنی ذاتی خواہش، کسی سے نفرت یا کسی چیز سے محبت اس راہ کی رکاوٹ بنتی ہے۔ قرآن مجید میں اس پر سخت تنبیہ کی ہے، امر اول کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص طور پر خطاب کر کے فرمایا گیا۔

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ   اگر یہ یہودی اپنا جھگڑا لے کر آپ کے پاس آئیں تو اللہ نے آپ پر جو کچھ اتارا ہے اس کی روشنی میں فیصلہ کیجئے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے،

ایک اور آیت میں ارشاد ہوا!

فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ   لوگوں کے درمیان سچائی کے ساتھ فیصلہ کیجئے، اور خواہش کی پیروی نہ کیجئے، ورنہ یہ چیز آپ کو راہ خدا سے ہٹا دے گی۔

رہا امر ثانی جبکہ اپنی ذاتی نفرت یا محبت عدل سے مانع ہوتی ہے اس کے متعلق فرمایا گیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۝ (مائدہ)   اے ایمان والو تم اللہ کے گواہ بن کر عدل وانصاف کو بحال کرنے والے بنکر رہو اور خبردار کسی قوم کی دشمنی سے مغلوب ہو کر ناانصافی نہ کر بیٹھنا، تم ہر حالت میں انصاف کرو، کیونکہ عدل ہی پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے

ایک انسان کے لئے سب سے کٹھن اور نازک مرحلہ اس وقت ہوتا ہے جب اسے کسی ایسے معاملہ کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے جس میں وہ خود ملوث ہو یا اس کے والدین یا اس کا کوئی عزیز قریب آلودہ ہو، ایسے موقع پر اگر وہ دل پر جبر کر کے حق بات کہتا بھی ہے تو رک رک کر، زبان تتلانے لگتی ہے، سانس کی حرکت تیز ہو جاتی ہے، غور فرمائیے، قرآن نے اس حالت کی تصویر کشی کس بلاغت سے کی ہے اور انسان کو اس پر سختی سے متنبہ کیا ہے، ارشاد ہوتا ہے:۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ، اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا، فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ (النساء)

اے ایمان والو! تم اللہ کے گواہ بن کر عدل پر قائم رہو، اگرچہ یہ عدل تمہاری اپنی ذات، یا تمہارے ماں باپ اور اعزا و اقربا کے خلاف ہو، تمہارا باپ اور ماں مالدار ہوں یا فقیر، اللہ ان کو دیکھنے والا ہے، تم بہرحال ان کے مفاد کے پیش نظر عدل کرنے میں نفس کی پیروی نہ کرو اور اس کا خیال رکھو کہ انصاف سے کام لینے میں اگر تم نے الفاظ چبائے یا بات ادھوری کہی تو اللہ تو تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے۔

اب اخلاقیات سے صرف نظر کر کے ایک اور پہلو سے غور کیجئے، وہ یہ ہے کہ ایک سماج کو ہموار و معتدل اور متناسب و متوازن رکھنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ سماج جن طبقات پر مشتمل ہے ان میں سے ایک ایک طبقہ کو سماج میں جو اہمیت حاصل ہے اور اس کی وجہ سے جو اس کا مرتبہ و مقام ہے اسے کھلے دل اور نیک نیتی سے تسلیم کیا جائے اور اس کے مطابق اس کے حقوق کا احترام کیا جائے، ورنہ

اگر ایسا نہ ہوگا۔ تو اونچ نیچ پیدا ہونے کے باعث طبقاتی کشمکش پیدا ہوگی۔ اور اس سے، جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے، فتنہ وفساد کو ابھرنے کا موقع ملے گا اور سماج تباہ ہوگا،

آئیے آخر میں ایک نگاہ اس پر بھی ڈال لیں کہ اس معاملہ میں اسلام کی تعلیمات کیا ہیں؟ اسلام نے اس باب میں بھی جس دقتِ و وسعتِ نظر سے کام لیا ہے کسی نے نہیں لیا، اس نے عورتوں، مزدوروں، کسانوں، اعزا واقربا۔ ہمسائے، اپنے اور پرائے، دور کے اور نزدیک کے، ہم مذہب اور غیر ہم مذہب، یہاں تک کہ جانوروں اور چوپایوں کے حقوق اس تفصیل سے بیان کئے ہیں کہ مصنفین نے ان پر ضخیم ضخیم مجلدات لکھی ہیں، اردو میں غالبًا سب سے بہتر اور سب سے پہلی وہ کتاب ہے جو مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے "الحقوق والفرائض" کے نام سے تین ضخیم جلدوں میں مرتب کی ہے، حقوق سے متعلق اگر اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ چند لفظوں میں بیان کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح انجیل کی تمام اخلاقی تعلیمات کی روح حضرت عیسیٰ کا یہ فرمانا ہے کہ LOVE THY NAIGHBOUR یا یہ کہ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ اسی طرح اسلامی تعلیمات کا مغز اور اس کی اسپرٹ صحیح بخاری کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ ایمان کامل کی نشانی یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند کرو جسے تم اپنے لئے پسند کرتے ہو، بلکہ قرآن مجید میں تو ایک قدم اور آگے بڑھا کر مومنین کاملین کی پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں، یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ

بہر حال یہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ موجودہ عالمگیر حالات میں جو تمام اقوام عالم کے لئے سخت تشویش انگیز بنے ہوتے ہیں، اسلام حفظ و بقائے انسانیت کا ضامن اور کفیل ہو سکتا ہے، بشرطیکہ اس کی تعلیمات پر صدقِ دل اور خلوص نیت سے عمل ہو، اقبال نے اسی وجہ سے بالکل درست کہا ہے۔

نیست ممکن جز بقرآں زیستن،